

بیان القرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

دورۂ ترجمہ قرآن

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

آیات ۱۵۳ تا ۱۶۳

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّا فَاوْلَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿وَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿

سورة البقرة کے انیسویں رکوع سے اب اُمت مسلمہ سے براہِ راست خطاب ہے۔ اس سے قبل اس اُمت کی غرض تائیس بایں الفاظ بیان کی جا چکی ہے: ﴿لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (آیت ۱۴۳) ”تا کہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا بنے“۔ گویا اب تم ہمیشہ ہمیش کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ اور نوح انسانی کے درمیان واسطہ ہو۔ ایک حدیث میں علماء حق کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ((إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ))^(۱) ”یقیناً علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں“۔ اس لیے کہ اب نبوت تو ختم ہو گئی خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر لیکن یہ آخری کتاب قیامت تک رہے گی اس کو پہنچانا ہے اس کو عام کرنا ہے اور صرف تبلیغ سے نہیں عمل کر کے دکھانا ہے۔ وہ نظام عملاً قائم کر کے دکھانا ہے جو محمد عربی ﷺ نے قائم کیا تھا تب حجت قائم ہوگی۔ اس کے لیے تمہیں لڑنا پڑا ہے، شکلات جھیلنی ہوں گی، جان و مال کا نقصان برداشت کرنا ہوگا۔ آرام سے گھر بیٹھے ٹھنڈے پیوؤں حق نہیں آجائے گا، کفر اس طرح جگہ نہیں چھوڑے گا۔ کفر کو ہٹانے کے لیے باطل کو ختم کرنے کے لیے اور حق کو قائم کرنے کے لیے تمہیں تن من دھن لگانے ہوں گے۔ چنانچہ اب پکارا رہی ہے:

آیت ۱۵۳ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ ”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔“

پانچویں رکوع کی سات آیات کو میں نے بنی اسرائیل سے خطاب کے ضمن میں بمنزلہ فاتحہ قرار دیا تھا۔ وہاں پر یہ الفاظ آئے تھے: ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۚ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا رَبَّهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ ”اور مدد چاہو صبر اور نماز سے اور یقیناً یہ بھاری چیز ہے مگر ان لوگوں کے لیے جو ڈرنے والے ہیں جو گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں“۔ اب یہی بات اہل ایمان سے کہی جا رہی ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل۔ و سنن الترمذی، کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادۃ۔ و سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب البحث علی طلب العلم۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ”جان لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ اللہ تعالیٰ کی معیت سے کیا مراد ہے! ایک بات تو حقیق علیہ ہے کہ اللہ کی مدد اللہ کی تائید اللہ کی نصرت ان کے شامل حال ہے۔ باقی یہ کہ جہاں کہیں بھی ہم ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے، لیکن خود اس کا فرمان ہے کہ ”ہم تو انسان سے اُس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“ (ق: ۱۶)

آیت ۱۵۴ ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ ”اور مت کہو اُن کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں۔“

اب پہلے ہی قدم پر اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی بات آ گئی ع ”شرط اول قدم ایس است کہ مجنوں باشی!“ ایمان کا اولین تقاضا یہ ہے کہ جانیں دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

آیت ۱۵۵ ﴿وَلَا تَحْزَنُوا﴾ ”(وہ مردہ نہیں ہیں) بلکہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔“

جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں ان کو جنت میں داخلہ کے لیے یوم آخرت تک انتظار نہیں کرنا ہوگا، شہداء کو تو اُسی وقت براہ راست جنت میں داخلہ ملتا ہے، لہذا وہ تو زندہ ہیں۔ یہی مضمون سورۃ آل عمران میں اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے گا۔

آیت ۱۵۵ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ﴾ ”اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے“

دیکھ لو جس راہ میں تم نے قدم رکھا ہے یہاں اب آزمائشیں آئیں گی، تکلیفیں آئیں گی۔ رشتہ دار ناراض ہوں گے، شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہوگی، اولاد والدین سے جدا ہوگی، فساد ہوگا، فتنہ ہوگا، تصادم ہوگا، جان و مال کا نقصان ہوگا۔ ہم خوف کی کیفیت سے بھی تمہاری آزمائش کریں گے اور بھوک سے بھی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسی کیسی سختیاں جھیلیں اور کئی کئی روز کے فاقے برداشت کیے۔ غزوۂ احزاب میں کیا حالات پیش آئے ہیں! اس کے بعد جیش العسرة (غزوۂ تبوک) میں کیا کچھ ہوا ہے!

﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾ ”اور مالوں اور جانوں اور

مالی اور جانی نقصان بھی ہوں گے اور ثمرات کا نقصان بھی ہوگا۔ ”ثمرات“ یہاں دو معنی دے رہا ہے۔ مدینہ والوں کی معیشت کا دار و مدار زراعت اور باغبانی پر تھا۔ خاص طور پر کھجور ان کی پیداوار تھی جسے آج کی اصطلاح میں cash crop کہا جائے گا۔ اب ایسا بھی ہوا کہ فصل پک کر تیار کھڑی ہے اور اگر اسے درختوں سے اتارنا نہ گیا تو ضائع ہو جائے گی، اُدھر سے غزوہ تبوک کا حکم آ گیا کہ نکلو اللہ کی راہ میں! تو یہ امتحان ہے ثمرات کے نقصان کا۔ اس کے علاوہ ثمرات کا ایک اور مفہوم ہے۔ انسان بہت محنت کرتا ہے، جدوجہد کرتا ہے، ایک کیریئر اپناتا ہے اور اس میں اپنا ایک مقام بنالیتا ہے۔ لیکن جب وہ دین کے راستے پر آتا ہے تو کچھ اور ہی شکل اختیار کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اپنی تجارت کے جمانے میں یا کسی پروفیشن میں اپنا مقام بنانے میں اُس نے جو محنت کی تھی وہ سب کی سب صفر ہو کر رہ جاتی ہے، اور اپنی محنت کے ثمرات سے بالکل تہی اس کی ہڈیوں میں آنا پڑتا ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ ”اور (اے نبی) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔“

آیت ۱۵۶ ﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا «وَهَٰؤُلَاءِ لَوَاكِبٌ»﴾ ”وہ لوگ کہ جن کو جب بھی کوئی مصیبت آئے“

﴿قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ ”تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔“
آخر کار تو یہاں سے جانا ہے، اگر کل کی بجائے ہمیں آج ہی بلا لیا جائے تب بھی حاضر ہیں۔ بقول اقبال :-

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

یعنی مردِ مؤمن کی تو نشانی ہی یہی ہے کہ جب موت آتی ہے تو مسرت کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے۔ وہ دنیا سے مسکراتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔ یہ ایمان کی علامت ہے اور بندہ مؤمن اس دنیا میں زیادہ دیر تک رہنے کی خواہش نہیں کر سکتا۔ اسے معلوم ہے کہ وہ دنیا میں جو لمحہ بھی گزار رہا ہے اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ تو جتنی عمر بڑھ رہی ہے حساب بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ حدیث میں دنیا کو مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت قرار دیا گیا

ہے: ((الَّذِينَ سَجُنُ الْمُؤْمِنِينَ وَجَنَّهَ الْكَافِرِينَ)) (۱)

آیت ۱۵۷ ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ﴾ ”یہی ہیں وہ لوگ کہ جن پر ان کے رب کی عنایتیں ہیں اور رحمت۔“

ان پر ہر وقت اللہ کی عنایتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔
﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَهْتَدُونَ﴾ ”اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے واقعتاً ہدایت کو اختیار کیا ہے۔ اور جو ایسے مرحلے پر ٹھٹھک کر کھڑے رہ جائیں، پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائیں، پیٹھ موڑ لیں تو گویا وہ ہدایت سے تہی دامن ہیں۔

آیت ۱۵۸ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ”یقیناً صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔“

یہاں قرآن مجید کی بحث سے متعلق ہے۔ بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ حج کے مناسک میں یہ جو صفا اور مروہ کی سعی ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا کہ یہ بھی اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ شعائر، شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو شعور بخشنے، جو کسی حقیقت کا احساس دلانے والی اور اس کا مظہر اور نشان ہو۔ چنانچہ وہ مظاہر جن کے ساتھ اولو العزم پیغمبروں یا اولو العزم اولیاء اللہ کے حالات و واقعات کا کوئی ذہنی سلسلہ قائم ہوتا ہو اور جو اللہ اور رسول کی طرف سے بطور ایک نشان اور علامت مقرر کیے گئے ہوں شعائر کہلاتے ہیں۔ وہ گویا بعض معنوی حقائق کا شعور دلانے والے اور ذہن کو اللہ کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے بیت اللہ، حجر اسود، حمرات اور صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں۔

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ ”تو جو کوئی بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں کا طواف بھی کرے۔“

صفا و مروہ کے طواف سے مراد وہ سعی ہے جو ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکروں کی صورت میں کی جاتی ہے۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق۔ وسنن الترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء ان الدنيا

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾ ”اور جو شخص خوش دلی سے کوئی بھلائی کا کام کرتا ہے“
 ﴿فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ ”تو (جان لو کہ) اللہ بڑا قدر دان ہے‘ جاننے والا ہے۔“

یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”شاکر“ آیا ہے۔ لفظ شکر کی نسبت جب بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی شکرگزاری اور احسان مندی کے ہوتے ہیں، لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی قدر دانی اور قبول کرنے کے ہو جاتے ہیں۔ ”شاکر“ کے ساتھ دوسری صفت ”علیم“ آئی ہے کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ چاہے کسی اور کو پتا نہ لگے اسے تو خوب معلوم ہے۔ اگر تم نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے کسی کو کوئی مالی مدد دی ہے، اس حال میں کہ داہنے ہاتھ نے جو کچھ دیا ہے اس کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہونے دی، کجا یہ کہ کسی اور انسان کے سامنے اس کا ذکر نہ ہو تو یہ اللہ کے تو علم میں ہے، چنانچہ اگر اللہ سے اجر و ثواب چاہتے ہو تو اپنی نیکیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اگر تم نے یہ سب کچھ لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا تھا تو گویا وہ شرک ہو گیا۔

آیت ۱۵۹ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ﴾ ”یقیناً وہ لوگ

جو چھپاتے ہیں اُس شے کو جو ہم نے نازل کی پیتات میں سے اور ہدایت میں سے“
 ﴿مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ﴾ ”بعد اس کے کہ ہم نے اس کو واضح کر دیا ہے لوگوں کے لیے کتاب میں“

﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ﴾ ”تو وہی لوگ ہیں کہ جن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں تمام لعنت کرنے والے۔“

اس آیت میں یہود کی طرف اشارہ ہے جن کی معاندانہ روش کا ذکر پہلے گزر چکا۔ یہاں اب گویا آخری قطعی صفائی (mopping up operation) کے طور پر ان کے بارے میں چند باتوں کا مزید اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہاں بیانات اور ہدائی سے خاص طور پر وہ نشانیاں مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں یہود کی راہنمائی کے لیے واضح فرمائی تھیں۔ لیکن یہود نے ان نشانیوں سے راہنمائی حاصل کرنے کے بجائے ان کو چھپانے کی کوشش کی۔ آیت ۱۴۰ میں ہم پڑھ آئے ہیں: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ“ اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جس کے پاس اللہ کی طرف سے ایک گواہی تھی جسے اُس نے چھپالیا۔ یہاں اسی کی وضاحت ہو رہی ہے کہ تورات اور انجیل میں کیسی کیسی کھلی شہادتیں تھیں اور ان کو یہ چھپائے پھر رہے ہیں!

آیت ۱۶۰ ﴿الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا﴾ ”سوائے ان کے جو توبہ کریں اور اصلاح کر لیں اور (جو کچھ چھپاتے تھے اسے) واضح طور پر بیان کرنے لگیں“
﴿فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ﴾ ”تو ان کی توبہ میں قبول کروں گا۔“

میں اپنی نگاہ التفات ان کی طرف متوجہ کر دوں گا۔
﴿وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ”اور میں تو ہوں ہی توبہ کا قبول کرنے والا رحم

فرمائیے والا“ © rasailojaraid.c
آیت ۱۶۱ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ”یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اسی حال میں مر گئے کہ کفر پر قائم تھے“

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ”ان پر لعنت ہے اللہ کی بھی اور فرشتوں کی بھی اور تمام انسانوں کی بھی۔“

آیت ۱۶۲ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”اسی (لعنت کی کیفیت) میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“
﴿لَا يَخَفُّ عَنْهُمْ الْعَذَابُ﴾ ”نہ ان پر سے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی“
﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ ”اور نہ ان کو مہلت ہی ملے گی۔“

عذاب کا تسلسل ہمیشہ قائم رہے گا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ ذرا سی دیر کے لیے وقفہ ہو جائے یا سانس لینے کی مہلت ہی مل جائے۔

آیت ۱۶۳ ﴿وَالَهُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾ ”اور تمہارا الہ ایک ہی الہ ہے۔“
﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ ”اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے وہ رحمن ہے رحیم ہے۔“

رحمن اور رحیم کی وضاحت سورۃ الفاتحہ میں گزر چکی ہے۔

آیات ۱۶۳ تا ۱۶۷

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَع النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمَنْ النَّاسُ مَنِ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ اُنْدَادًا يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَخْرُجُوْنَ الْعَذَابِ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۝ وَاَنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّآ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كُرَّةً فَنَتَبَرَّآ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّآ وَاٰمَنَّا كَذٰلِكَ يَرِيْهِمُ اللَّهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۝ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝﴾

اب جو آیت آرہی ہے اس کے مطالعہ سے پہلے ایک بات سمجھ لیجیے کہ سورۃ البقرۃ کا نصف ثانی جو بائیس رکوعوں پر مشتمل ہے اور جس کا آغاز انیسویں رکوع سے ہوا ہے اس میں ترتیب کیا ہے۔ سورۃ البقرۃ کے پہلے اٹھارہ رکوعوں کی تقسیم عمودی (verticle) ہے۔ یعنی چار رکوع ادھر دس درمیان میں پھر چار ادھر۔ لیکن انیسویں رکوع سے اب افقی (horizontal) تقسیم کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس حصے میں چار مضامین تانے بانے کی طرح بنے ہوئے ہیں۔ یایوں کہہ لیں کہ چار لڑیاں ہیں جن کو بٹ کر رشتی بنا دیا گیا ہے۔ ان چار میں سے دو لڑیاں تو شریعت کی ہیں جن میں سے ایک عبادات کی اور دوسری احکام و شرائع کی ہے کہ یہ واجب ہے یہ کرنا ہے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ نماز فرض ہے روزہ فرض ہے وغیرہ وغیرہ۔ احکام و شرائع میں خاص طور پر شوہر اور بیوی کے تعلق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس لیے کہ معاشرت انسانی کی بنیاد یہی ہے۔ لہذا اس سورت میں آپ دیکھیں گے کہ عائلی قوانین کے ضمن میں تفصیلی احکام آئیں گے۔ جبکہ دوسری دو لڑیاں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس

کی ہیں۔ جہاد بالنفس کی آخری انتہا قتال ہے جہاں انسان نقد جان ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ کارزار میں حاضر ہو جاتا ہے۔

اب ان چاروں مضامین یا چاروں لڑیوں کو ایک مثال سے سمجھ لیجیے۔ فرض کیجیے ایک سرخ لڑی ہے، ایک پیلی ہے، ایک نیلی ہے اور ایک سبز ہے، اور ان چاروں لڑیوں کو ایک رستی کی صورت میں بٹ دیا گیا ہے۔ آپ اس رستی کو دیکھیں گے تو چاروں رنگ کٹے پھٹے نظر آئیں گے۔ پہلے سرخ، پھر پیلا، پھر نیلا اور پھر سبز نظر آئے گا۔ لیکن اگر رستی کے بل کھول دیں تو ہر لڑی مسلسل نظر آئے گی۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کے نصف آخر میں عبادات، احکام، شریعت، جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کے چار مضامین چار لڑیوں کی مانند گتھے ہوئے ہیں۔ یہ چاروں لڑیاں تانے بانے کی طرح بنی ہوئی ہیں۔ لیکن اسی بستی میں بہت بڑے بڑے پھول موجود ہیں۔ یہ پھول ان عظیم آیات میں سے ایک آیت یہاں میسویں رکوع کے آغاز میں آرہی ہے جسے میں نے ”آیت الایات“ کا عنوان دیا ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی کسی اور آیت میں اس قدر مظاہر فطرت (phenomena of nature) یکجا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مظاہر فطرت کو اپنی آیات قرار دیتا ہے۔ آسمان اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کا الٹ پھیر، آسمان کے ستارے اور زمین کی نباتات، یہ سب آیات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے، لیکن یہاں بہت سے مظاہر فطرت کو جس طرح ایک آیت میں سمو یا گیا ہے یہ حکمتِ قرآنی کا ایک بہت بڑا پھول ہے جو ان چار لڑیوں کی بستی کے اندر آ گیا ہے۔

آیت ۱۶۴ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاختِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ”یقیناً آسمان اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے الٹ پھیر میں“

﴿وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ﴾ ”اور اُن کشتیوں (اور جہازوں) میں جو سمندر میں (یا دریاؤں میں) لوگوں کے لیے نفع بخش سامان لے کر چلتی ہیں“

﴿وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ﴾ ”اور اُس پانی میں کہ جو اللہ نے آسمان

سے اتارا ہے“

﴿فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ”پھر اس سے زندگی بخشی زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد“

بے آب و گیاہ زمین بڑی تھی بارش ہوئی تو اسی میں سے روئیدگی آگئی۔
﴿وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَاتِ نَبْءٍ﴾ ”اور ہر قسم کے حیوانات (اور چرند پرند) اس کے اندر پھیلا دیے۔“

﴿وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ﴾ ”اور ہواؤں کی گردش میں“
ہواؤں کی گردش کے مختلف انداز اور مختلف پہلو ہیں۔ کبھی شمالاً جنوباً چل رہی ہے، کبھی مشرق سے آ رہی ہے، کبھی مغرب سے آ رہی ہے۔ اس گردش میں بڑی حکمتیں کار فرما ہیں۔
﴿وَالْبَحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ”اور ان بادلوں میں جو معلق کر دیے گئے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان“

﴿لَا يَلْبِثُ لَقَوْمٌ يَعْقِلُونَ﴾ ”یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیں۔“

ان مظاہر فطرت کو دیکھو اور ان کے خالق اور مدبر کو پہچانو! ان آیاتِ آفاقی پر غور و فکر اور ان کے خالق کو پہچانے کا جو عملی نتیجہ نکلنا چاہیے اور جس تک عام طور پر لوگ نہیں پہنچ پاتے اب اگلی آیت میں اس کا تذکرہ ہے۔ نتیجہ تو یہ نکلنا چاہیے کہ پھر محبوب اللہ ہی ہو، شکر اسی کا ہو، اطاعت اسی کی ہو، عبادت اسی کی ہو۔ جب سورج میں اپنا کچھ نہیں، اسے اللہ نے بنایا ہے اور اسے حرارت عطا کی ہے، چاند میں کچھ نہیں، ہوائیں چلانے والا بھی وہی ہے تو اور کسی شے کے لیے کوئی شکر نہیں، کوئی عبادت نہیں، کوئی ذنڈوت نہیں، کوئی سجدہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی مطلوب و مقصود بن جائے، وہی محبوب ہو۔ لَا مَحْبُوبَ إِلَّا اللَّهُ، لَا مَقْصُودَ إِلَّا اللَّهُ، لَا مَطْلُوبَ إِلَّا اللَّهُ۔ جن لوگوں کی یہاں تک رسائی نہیں ہو پاتی وہ کسی اور شے کو اپنا محبوب و مطلوب بنا کر اس کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ خدا تک نہیں پہنچتے تو ع ”اپنے ہی حسن کا دیوانہ بنا پھرتا ہوں“ کے مصداق اپنے نفس ہی کو معبود بنالیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگ گئے۔ کچھ لوگوں نے اپنی قوم کو معبود بنالیا اور قوم کی برتری اور سر بلندی کے لیے جانیں بھی دے رہے ہیں۔ بعض نے وطن کو معبود بنالیا۔ اس حقیقت کو علامہ اقبال نے سمجھا ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا بت وطن ہے۔ ان کی نظم ”وطنیت“ ملاحظہ کیجیے:۔

اس دور میں سنے اور ہے، جام اور ہے، جم اور
 ساتی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
 تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
 مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
 ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
 جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اگلی آیت میں تمام معبودانِ باطل کی نفی کر کے ایک اللہ کو اپنا محبوب اور مطلوب و مقصود بنانے کی دعوت دی گئی ہے۔

آیت ۱۶۵ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا﴾ ”اور لوگوں میں سے
 کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر کچھ اور چیزوں کو اس کا ہمسرا اور مد مقابل بنا دیتے ہیں“
 ﴿وَيُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾ ”وہ ان سے ایسی محبت کرنے لگتے ہیں جیسی اللہ
 سے کرنی چاہیے۔“

یہ دراصل ایک فلسفہ ہے کہ ہر باشعور انسان کسی شے کو اپنا آئیڈیل، نصب العین یا آدرش
 ٹھہراتا ہے اور پھر اس سے بھرپور محبت کرتا ہے، اس کے لیے جیتا ہے، اس کے لیے مرتا ہے،
 قربانیاں دیتا ہے، ایثار کرتا ہے۔ چنانچہ کوئی قوم کے لیے، کوئی وطن کے لیے اور کوئی خود اپنی
 ذات کے لیے قربانی دیتا ہے۔ لیکن بندہ مؤمن یہ سارے کام اللہ کے لیے کرتا ہے۔ وہ اپنا
 مطلوب و مقصود اور محبوب صرف اللہ کو بناتا ہے۔ وہ اُسی کے لیے جیتا ہے، اُسی کے لیے
 مرتا ہے۔ ﴿إِنَّا صَلَّاهُ وَنُسَكِّهُ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الانعام)
 ”بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنّا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا
 پروردگار ہے۔“ اس کے برعکس عام انسانوں کا معاملہ یہی ہوتا ہے کہ:

می تراشد فکر ما ہر دم خداوندے دگر
 رست از یک بند تا افتاد در بندے دگر

انسان اپنے ذہن سے معبود تراشتا رہتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے لیے قربانیاں دیتا
 ہے۔ یہ مضمون سورۃ الحج کے آخری رکوع میں زیادہ وضاحت کے ساتھ آئے گا۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ ”اور جو لوگ واقعتاً صاحب ایمان ہوتے ہیں

ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔“

مع گریہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں! یہ گویا ٹیس ٹیسٹ ہے۔ کوئی شے اگر اللہ سے بڑھ کر محبوب ہوگئی تو وہ تمہاری معبود ہے۔ تم نے اللہ کو چھوڑ کر اُس کو اپنا معبود بنالیا، چاہے وہ دولت ہی ہو۔ حدیث نبویؐ ہے: ((تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ))^(۱) ”ہلاک اور برباد ہو جائے درہم و دینار کا بندہ“۔ نام خواہ عبد الرحمن ہو، حقیقت میں وہ عبد الدینار ہے۔ اس لیے کہ وہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ دینار آنا چاہیے، خواہ حرام سے آئے یا حلال سے، جائز ذرائع سے آئے یا ناجائز ذرائع سے۔ چنانچہ اس کا معبود اللہ نہیں، دینار ہے۔ ہندو نے لکشمی دیوی کی مورتی بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیا کہ یہ لکشمی دیوی اگر ذرا مہربان ہو جائے گی تو دولت کی ریل پیل ہو جائے گی۔ ہم نے اس درمیانی واسطے کو بھی ہٹا کر براہ راست ذرا اور پیڑ و ذرا کو پوجنا شروع کر دیا اور اس کی خاطر اپنے وطن اور اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہاں کتنے ہی لوگ سسک سسک کر مر جاتے ہیں اور آخری لمحات میں ان کا بیٹا بیٹی ان کے پاس موجود نہیں ہوتا بلکہ دیارِ غیر میں ذرا کی پوجا میں مصروف ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرْوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ ”اور اگر یہ ظالم لوگ اُس وقت کو دیکھ لیں جب یہ دیکھیں گے عذاب کو تو (ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ) قوت تو ساری کی ساری اللہ کے پاس ہے“

یہاں ظلم شرک کے معنی میں آیا ہے اور ظالم سے مراد مشرک ہیں۔

﴿وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ”اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔“

اُس وقت آنکھ کھلے گی تو کیا فائدہ ہوگا؟ اب آنکھ کھلے تو فائدہ ہے۔

آیت ۱۶۶ ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ ”اُس وقت وہ لوگ جن کی

(دنیا میں) پیروی کی گئی تھی اپنے پیروؤں سے اظہارِ براءت کریں گے“

ہر انسانی معاشرے میں کچھ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں، چاہے ارباب اقتدار ہوں، چاہے مذہبی مسندوں کے والی ہوں۔ لوگ انہیں اپنے پیٹھ اور راہنما مان کر ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہر سچی جھوٹی بات پر سر تسلیم خم کرتے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ۔ وسنن

ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب فی المکثرین۔

ہیں۔ جب عذابِ آخرت ظاہر ہوگا تو یہ پیشوا اور راہنما اس عذاب سے بچانے میں اپنے پیروؤں کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور ان سے صاف صاف اظہارِ براءت اور اعلانِ لاتعلق کر دیں گے۔

﴿وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ ”اور وہ عذاب سے دوچار ہوں گے اور ان کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔“

جب جہنم ان کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی تو تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ سورہ عس میں اس نفسا نفسی کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے: ﴿يَوْمَ يَقُورُ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾ (۱) وَأُمِّهِ (۲) وَابْنِهِ (۳) وَصَاحِبَتِهِ (۴) وَيَسِيهِ (۵) لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (۶) ”اُس روز آدمی بھائے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک شے ہوگی کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔“ اسی طرح سورہ العارج میں فرمایا گیا ہے: ﴿يَوْمَكَ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِنِسِيهِ (۱) وَصَاحِبَتِهِ (۲) وَأَخِيهِ (۳) وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُتَوَكَّلُ (۴) وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ (۵)﴾ ”مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو اپنی بیوی کو اپنے بھائی کو اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا اور روئے زمین کے سب انسانوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اسے نجات دلا دے۔“ یہاں فرمایا: ﴿تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ (۶) ”ان کے سارے رشتے منقطع ہو جائیں گے۔“ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ جن رشتوں کی وجہ سے ہم حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رہے ہیں جن کی دلجوئی کے لیے حرام کی کمانی کرتے ہیں اور جن کی ناراضی کے خوف سے دین کے راستے پر آگے نہیں بڑھ رہے ہیں یہ سارے رشتے اسی دنیا تک محدود ہیں اور اخروی زندگی میں یہ کچھ کام نہ آئیں گے۔

آیت ۱۶ ﴿وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّا لَنَا كَوْفَةٌ﴾ ”اور جو ان کے پیروکار تھے وہ کہیں گے کہ اگر کہیں ہمیں ایک بار لوٹنا نصیب ہو جائے“

﴿فَقَتَبَرْنَا مِنْهُمْ كَمَا قَتَبَرْنَا وَمَا مِنَّا﴾ ”تو ہم بھی ان سے اسی طرح اظہارِ براءت کریں گے جیسے آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔“

﴿كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ﴾ ”اس طرح اللہ ان کو ان

کے اعمال حسرتیں بنا کر دکھائے گا۔“

وہ کہیں گے کاش ہم نے سمجھا ہوتا کاش ہم نے ان کی پیروی نہ کی ہوتی کاش ہم نے ان کو اپنا لیڈر اور اپنا ہادی و رہنما نہ مانا ہوتا!!

﴿وَمَا هُمْ بِخُرُجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ ”لیکن وہ اب آگ سے نکلنے والے نہیں ہوں گے۔“ اب ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

آیات ۱۶۸ تا ۱۷۶

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا آتَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَتَّعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمُّ بُكْمٌ عُمْى فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾﴾

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ”اے لوگو!

زمین میں جو کچھ حلال اور طیب ہے اسے کھاؤ“

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ ”اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔“

﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ ”یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

یہ بحث دراصل سورۃ الانعام میں زیادہ وضاحت سے آئے گی۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ بتوں کے نام پر کوئی جانور چھوڑ دیتے تھے جس کو ذبح کرنا وہ حرام سمجھتے تھے۔ ایسی روایات ہندوؤں میں بھی تھیں جنہیں ہم نے بچپن میں دیکھا ہے۔ مثلاً کوئی سانڈ چھوڑ دیا کسی کے کان چیر دیے کہ یہ فلاں بت کے لیے یا فلاں دیوی کے لیے ہے۔ ایسے جانور جہاں چاہیں منہ ماریں انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ظاہر ہے ان کا گوشت کیسے کھایا جاسکتا تھا! تو عرب میں بھی یہ رواج تھے اور ظہور اسلام کے بعد بھی ان کے کچھ نہ کچھ اثرات ابھی باقی تھے۔ آباء و اجداد کی رسمیں جو قرونوں سے چلی آرہی ہوں وہ آسانی سے چھوٹی نہیں ہیں کچھ نہ کچھ اثرات ابھی باقی ہیں۔ ہمارے ہاں ہندوانہ اثرات موجود ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ مشرکانہ توہمات کی بنیاد پر تمہارے مشرک باپ دادا نے اگر کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرا لیا تھا اور کچھ کو حلال قرار دے لیا تھا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ تم شیطان کی پیروی میں مشرکانہ توہمات کے تحت اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو حرام مت ٹھہراؤ۔ جو چیز بھی اصلاً حلال اور پاکیزہ و طیب ہے اسے کھاؤ۔

آیت ۱۶۹ ﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ﴾ ”وہ (شیطان) تو بس تمہیں بدی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے“

﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”اور اس کا کہ تم اللہ کی طرف وہ باتیں منسوب کرو جن کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں ہے۔“

آیت ۱۷۰ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے“

﴿قَالُوا بَلَى نَتَّبِعُ مَا آفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ ”وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو پیروی کریں گے اُس طریقے کی جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَعْزُبُ عَنْكُمْ مَعْرِفَةُ اللَّهِ وَلَا يَهُتَدُونَ﴾ ”اگر چہ ان کے آباء

وَأَجْدَادَهُ كَسَىٰ بَاتٍ كَوَسَجْهٍ پائے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوئے ہوں (پھر بھی وہ اپنے آباء و اجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے؟)۔

سورة البقرة کے تیسرے رکوع کی پہلی آیت (جہاں نوع انسانی کو خطاب کر کے عبادت رب کی دعوت دی گئی) کے ضمن میں وضاحت کی گئی تھی کہ جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی تو مخلوق تھے جیسے تم مخلوق ہو، جیسے تم سے خطا ہو سکتی ہے ان سے بھی ہوئی، جیسے تم غلطی کر سکتے ہو انہوں نے بھی کی۔

آیت ۱۷۱ ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الْيَهُودِ بْنِعُقُوبَ لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءَ وَنِدَاءَ﴾ ”اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا، ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیز کو نہ سنے اور نہ دیکھے۔“

جو لوگ محض باپ دادا کی تقلید میں اپنے کفر پر اڑ گئے ہیں اُن کی تشبیہ جانوروں سے دی گئی ہے جنہیں پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی پکار اور آواز تو سنتے ہیں، لیکن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ تمثیل سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ اس دعوت پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہیں۔

﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٰ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ”وہ بہرے بھی ہیں، گونگے بھی ہیں، اندھے بھی ہیں، پس وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔“

آیت ۱۷۲ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ ”اے اہل ایمان! کھاؤ اُن تمام پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں“

﴿وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ﴾ ”اور اللہ کا شکر ادا کرو“

﴿إِنْ كُنْتُمْ إِتَابَهُ تَعْبُدُونَ﴾ ”اگر تم واقعتاً اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔“

جیسا کہ میں نے عرض کیا سورة الانعام میں یہ ساری چیزیں تفصیل سے آئیں گی۔

آیت ۱۷۳ ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ﴾ ”اُس نے تو تم پر بھی حرام کیا ہے مردار اور خون“

جو جانور اپنی موت آپ مر گیا، ذبح نہیں کیا گیا وہ حرام ہے اور خون حرام ہے، نجس ہے۔

کافر کا طریقہ یہ ہے کہ صرف گردن کو کاٹا جائے، تاکہ اس میں

شریائیں وغیرہ کٹ جائیں اور جسم کا اکثر خون نکل جائے۔ لیکن اگر جھٹکا کیا جائے، یعنی تیز دھار آلے کے ایک ہی وار سے جانور کی گردن الگ کر دی جائے، جیسے سکھ کرتے ہیں یا جیسے یورپ وغیرہ میں ہوتا ہے تو پھر خون جسم کے اندر رہ جاتا ہے۔ اس طریقے سے مارا گیا جانور حرام ہے۔

﴿وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ ”اور خنزیر کا گوشت“

﴿وَمَا أَهْلَ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ﴾ ”اور جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا گیا ہو۔“

یعنی کسی جانور کو ذبح کرتے ہوئے کسی بت کا، کسی دیوی کا، کسی دیوتا کا، الغرض اللہ کے سوا کسی کا بھی نام لیا گیا تو وہ حرام ہو گیا، اس کا گوشت کھانا حرام مطلق ہے، لیکن اسی کے تابع یہ صورت بھی ہے کہ کسی بزرگ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانور کو اس کے مزار پر لے جا کر ذبح کیا جائے، مگر یہ بھی حرام ہے، یہ صاحب مزار کے ایصالِ ثواب کی خاطر اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ ایصالِ ثواب کی خاطر تو یہ عمل گھر پر بھی کیا جاسکتا ہے۔

وہ کھانے جو اہل عرب میں اُس وقت رائج تھے اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر ان میں سے چار چیزوں کی حرمت کا قرآن حکیم میں بار بار اعلان کیا ہے۔ مکی سورتوں میں بھی ان چیزوں کی حرمت کا متعدد بار بیان ہوا ہے اور یہاں سورۃ البقرۃ میں بھی جو مدنی سورت ہے۔ اس کے بعد سورۃ المائدۃ میں یہ مضمون پھر آئے گا۔ ان چار چیزوں کی حرمت کے بیان سے حلال و حرام کی تفصیل پیش کرنا ہرگز مقصود نہیں ہے، بلکہ مشرکین کی تردید ہے۔

﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ”پھر جو کوئی مجبور ہو جائے

اور وہ خواہش مند اور حد سے آگے بڑھنے والا نہ ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔“

اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو گیا ہے، جان نکل رہی ہے اور کوئی شے کھانے کو نہیں ہے تو وہ جان بچانے کے لیے حرام کردہ چیز بھی کھا سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے دو شرطیں عائد کی گئی ہیں، ایک تو وہ اس حرام کی طرف رغبت اور میلان نہ رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ جان بچانے کے لیے جو ناگزیر مقدار ہے اس سے آگے نہ بڑھے۔ ان دو شرطوں کے ساتھ جان بچانے کے لیے حرام چیز بھی کھائی جاسکتی ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ”یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا

﴿قَلِيلًا﴾ ”یقیناً وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس کو جو اللہ نے نازل کیا ہے کتاب میں سے اور فروخت کرتے ہیں اسے بہت حقیر سی قیمت پر“

یعنی اس کے عوض دنیوی فائدوں کی صورت میں حقیر قیمت قبول کرتے ہیں۔

﴿أَوَلَيْكَ مَا يَتَكَلَّمُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارُ﴾ ”یہ لوگ نہیں بھر رہے اپنے پیٹوں میں مگر آگ“

﴿وَلَا يَكْلَمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ ”اور اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا قیامت کے دن۔“

﴿وَلَا يُزَكِّيهِمْ﴾ ”اور نہ انہیں پاک کرے گا۔“

﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

آیت ۷۱ ﴿أَوَلَيْكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى﴾ ”یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خرید لی ہے“

﴿وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ﴾ ”اور (اللہ کی) مغفرت ہاتھ سے دے کر عذاب خرید لیا ہے۔“

﴿فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾ ”تو یہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں دوزخ پر!“

ان کا کتنا حوصلہ ہے کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں! اس کے لیے کس طرح تیاری کر رہے ہیں!

آیت ۷۲ ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ نے تو کتاب نازل کی حق کے ساتھ۔“

﴿وَأَنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ﴾ ”اور یقیناً جن

لوگوں نے کتاب میں اختلاف ڈالا وہ ضد اور مخالفت میں بہت دور نکل گئے۔“

جن لوگوں نے اللہ کی کتاب اور شریعت میں اختلاف کی پگڈنڈیاں نکالیں وہ ضد، ہٹ دھرمی، شقاوت اور دشمنی میں مبتلا ہو گئے اور اس میں بہت دور نکل گئے۔ اعاذنا اللہ من ذلک!

